درسِ حدیث

(۵)

محمود الملة والدّین شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب ؒ جامعہ مدنیہ جدید کی مسجد حامد میں ''خانقاہ حامدیہ چشتیہ'' کے تحت ہونے والی مجلس ذکر کے بعد ہر اتوار بعد نمازِ مغرب درس حدیث دیا کرتے تھے جن کی ریکارڈنگ جامعہ کے استاذ مفتی محمد فہیم صاحب کرتے تھے، ان دروس کی افادیت کے پیش نظر اِن دروس کو ماہنامہ انوارِ مدینہ کے ذریعہ ہر ماہ حضرت ؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچانے کا اہتمام کیا جا رہا ہے، اللہ تعالیٰ حضرت ؒ کے اس فیض کو تا قیامت جاری و مقبول فرمائے، آمین (ادارہ)

نبی علیہ السلام کی چار تلواریں

﴿ افادات : شیخ الحدیث حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب ؒ ﴾

عنوانات و نظرثانی : ڈاکٹر محمد امجد غفرلہٗ

(یکم ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ / ۲ فروری ۲۰۱۴ء)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّابَعْدُ !

امام محمد رحمة اللہ علیہ اپنی کتاب اَلسِّیَرُ الکَبِیْرِ میں ایک اصول بتلا رہے ہیں فرماتے ہیں ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے اہلِ مدینہ کو جہاد فی سبیل اللہ کی ترغیب دی اور یہ حدیث ذکر کرنے کے بعد امام محمدؒ عبارت لا رہے ہیں پھر اس کی کچھ تشریح کر رہے ہیں پھر ایک بات اور بتا رہے ہیں !

حضرت طاء وس رضی اللہ تعالی عنه سے امام محمد رحمة اللہ علیہ نے نقل کیا ہے قال رسول اللہ ﷺ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی بَعَثَنِیْ بِالسَّیْفِ بَیْنَ یَدَیِ السَّاعَةِ آقائے نامدار ﷺ نے فرمایا

اللہ تعالیٰ نے قیامت سے پہلے مجھ کو تلوار دے کر بھیجا ہے وَجَعَلَ رِزْقِیْ تَحْتَ رُمْحِیْ اَوْظِلِّ رُمْحِیْ اور میرا جو رزق ہے وہ اللہ تعالیٰ نے میرے نیزے کے نیچے کر دیا ہے ! یہاں ظِلٌ کا لفظ فرمایا یعنی اللہ تعالیٰ نے میرا رزق میرے نیزے کے سایہ میں کر دیا ہے ! وَجَعَلَ الذِّلِّ وَ الصِّغَارِ عَلٰی مَنْ خَالَفَنِیْ اور جو میری مخالفت کرے اس پر ذلت اور رُسوائی ہے ! وَمَنْ تَشَبَّہَ بِقَوْمٍ فَھُوَ مِنْھُمْ [1] اور جو جس قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کرے گا وہ اسی کے ساتھ ہوگا ! !

تلوار کی تشریح :

یہاں سَیْفٌ کی تشریح اور تفسیر کر رہے ہیں وَالْمُرَادُ بِقَوْلِہٖ بَعَثَنِیْ بِالسَّیْفِ مجھے تلوار دے کر بھیجا ہے، مطلب یہ کہ اَیْ بَعَثَنِیْ بِالْقِتَالِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے اللہ کے راستے میں قتال کے لیے بھیجا ہے !

اور نبی عَلَیْہِ السَّلَامْ کا ارشاد نقل کیا ہے اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی یَقُوْلُوْا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فَاِذَا قَالُوْھَا عَصَمُوْا مِنِّیْ دِ مَاءَ ھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ اِلَّا بِحَقِّھَا وَحِسَابُھُمْ عَلَی اللّٰہِ یہ حدیث بھی کئی دفعہ سنی ہوگی آپ نے جو یہاں نقل کی ہے اس کا یہ جملہ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے جہاد کے لیے بھیجا قِتَالْ کے لیے حتی کہ وہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہیں ! جب وہ یہ کہہ دیں گے مان لیں گے اس پر ایمان لائیں گے تو ان کے خون بھی محفوظ، ان کا مال بھی محفوظ، اِلَّا بِحَقِّھَا مگر کسی کا اگر حق بنتا ہے، کوئی ایسی چیز کی ہے جس کی وجہ سے اسے تاوان دینا پڑے جان کی شکل میں یا مال کی شکل میں لینا پڑ جائے وہ اور بات ہے کہ کوئی کسی کو قتل کرے تو ظاہر ہے اسے قصاصًا قتل کیا جائے گا یا دِیَتْ وغیرہ کی تفصیلات جیسے آتی ہیں اور ان کا حساب اللہ کرے گا، اللہ کے ہاں حقیقی حساب جو آخری حساب ہے وہ وہاں پر ہوگا ! !

اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد آگے فرماتے ہیں کہ یہ جو آپ نے فرمایا کہ اللہ نے مجھے تلوار دے کر بھیجا یہ بات اس لیے ہے کہ اَلْقِتَالُ فِیْ حَقِّ غَیْرِہٖ مِنَ الْاَنْبِیَآءِ نبی عَلَیْہِ السَّلَامْ کے علاوہ جو دیگر انبیاء عَلَیْھِمُ السَّلَامْ تھے وہ مامور نہیں تھے اس پر لَمْ یَکُنْ مَّامُوْرًا بِہٖ خاص طور پر اس کا جو حکم ہے وہ نبی عَلَیْہِ السَّلَامْ کو اور ان کے ذریعہ سے امت کو بھیجا ہے

---

[1] شرح کتاب السیر الکبیر ج ۱ ص ۱۳ طبع دار الکتب العلمیة بیروت لبنان

توراۃ میں نبی علیہ السلام کی صفت :

وَخَصَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ بِذٰلِكَ اور رسول اللہ ﷺ کی خصوصیت ہے، اس کے ساتھ خاص کیا گیا وَصِفَتُہٗ فِی التَّوْرَاۃِ اور تورات میں نبی عَلَیْہِ السَّلَامُ کی صفت بیان ہوئی ہے اور تورات کی عبارت آگے آرہی ہے نَبِیُّ الْمَلْحَمَۃِ آپ نَبِیُّ الْمَلْحَمَۃِ ہیں عَیْنَاہُ حَمْرَوَانِ مِنْ شِدَّۃِ الْقِتَالِ ان کی دونوں آنکھیں سرخ ہوں گی شدتِ قتال کی وجہ سے، ظاہر ہے جب قتال ہوتا ہے تو قُوَّتِ غَضَبِیَّہْ کی ضرورت پڑتی ہے تو قُوَّتِ غَضَبِیَّہْ کی علامات میں سے یہ بھی ہوتا ہے آنکھوں میں سرخی دوڑتی ہے رگیں پھولتی ہیں خون جوش مارتا ہے یہ چیزیں تب ہی ہوتی ہیں تو فرمایا عَیْنَاہُ حَمْرَوَانِ مِنْ شِدَّۃِ الْقِتَالِ وَفِیْ صِفَتِہٖ اُمَّتِہٖ .

امتِ محمدیہ کی صفت :

اور نبی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کی امت کی جو صفت ہے اس کے بارے میں آیا ہے اَنَاجِیْلُھُمْ فِیْ صُدُوْرِھِمْ یہ بھی اسی میں آیا ہے کہ اَنَاجِیْل ان کے سینوں میں ہوں گی، جو کتاب اللہ کی طرف سے دی جائے گی ان کو وہ ان کے سینوں میں ہوگی، اُس وقت انجیل تھی اس لیے اس وقت انجیل کا لفظ بولا گیا، اب اللہ کے فضل سے سینوں میں قرآن ہے، بچوں کے سینہ میں محفوظ ہے بوڑھا آدمی ہے تو اس کے بھی سینے میں ہے

وَ سُیُوْفُھُمْ عَلٰی عَوَاتِقِھِمْ اور ان کے شانوں پر ان کی تلواریں لٹکی ہوئی ہوں گی ! یہ اس امت کا وصف ہے انجیل میں بتایا وَاِلَیْہِ اَشَارَ فِیْ قَوْلِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ اور نبی علیہ السلام کے قول میں اسی طرف اشارہ ہے اَلسُّیُوْفُ اَرْدِیَۃُ الْغُزَاۃِ کہ یہ تلواریں غازیوں اور مجاہدین کی چادر ہوتی ہیں جیسے چادر اوڑھنے کی ضرورت پڑتی ہے بغیر چادر کے نہیں نکلتا تو بس یہ مجاہد کا اوڑھنا بچھونا ہوتا ہے ! یہ اصول رکھا گیا بتا گیا سمجھایا !

امن کے لیے طاقت کی ضرورت ہے :

معلوم ہوا کہ ہتھیار کی تربیت ہر مسلمان کو ہونی چاہیے کیونکہ مسلمان کا مطلب ہی یہ ہے کہ

جو امن قائم کرے سلامتی سے ! اور امن جو قائم کرتا ہے اس کے لیے طاقت کی ضرورت ہوتی ہے، عدل و انصاف کے لیے طاقت کی ضرورت ہوتی ہے جیسے ظلم کے لیے طاقت کی ضرورت ہوتی ہے کہ ظالم آدمی جو ہے وہ طاقتور ہوگا تو ظلم کرے گا ورنہ کمزور آدمی کہاں کرسکتا ہے ؟ اسے تو الٹا پکڑ کر ماریں گے لوگ، طاقتور ہو اس کا دبدبہ ہو بہادر بھی ہو، بہادر نہ ہو تو اس نے ایک جھوٹا رعب دبدبہ قائم کر رکھا ہے لیکن طاقت چاہیے، اس میں پیسہ بھی ہوتا ہے ہتھیار بھی ہوتے ہیں مسلح لوگ بھی ہوتے ہیں اس کے ساتھ تو وہ پھر اپنی من مانیاں کرتا ہے ظلم و زیادتی کرتا ہے، تو ظلم کرنے کے لیے بھی طاقت کی ضرورت ہوتی ہے، کمزور آدمی نہیں کرسکتا، کمزور آدمی خواہش تو کرسکتا ہے میں ایسا غنڈا بدمعاش ہوتا تو میں یوں کر دیتا اور میں یوں کر دیتا، میں پرخچے اڑا دیتا بیٹھ کے خیالی پلاؤ پکاتا رہے گا عملاً کچھ نہیں کرسکتا، عملاً طاقت ہو اور بہادری بھی ہو اس میں تو وہ کرے گا !

تو لوہے کو لوہا کاٹتا ہے اب اگر اس کو جا کے آرام سے کوئی سمجھائے گا کبھی مانے گا اور کبھی نہیں مانے گا، دل میں اس کے آگئی تو کر دیا ورنہ نہیں ! تو اس کو کاٹ کے لیے اس جیسا آدمی چاہیے، لوہے کو لوہا کاٹتا ہے یا موم کاٹتا ہے لوہے کو ؟ موم سے کبھی لوہا کٹا ہے ؟ اب موم جائے لوہے کے پاس اور اسے نرم کرنا چاہے کہ دیکھ میں اتنا نرم ہوں یہ دیکھ یہ مڑ گیا میں، یوں مڑ گیا اب یوں ہو گیا میرا یوں ہو گیا حشر، مجھے پیڑا بنا دے مجھے روٹی بنا دے مجھے جو چاہے کر دے تو تو بھی ایسا ہو، وہ کہے گا میں نہیں ہوسکتا میں لوہا ہوں، تو یہ نہیں، اب اس کو کاٹنے کے لیے لوہا ہی چاہیے لوہے کو کاٹنے کے لیے لوہا چاہیے اس کے بغیر نہیں کٹ سکتا ! !

اس لیے اس کے مقابلے میں جو مسلمان ہو عادل ہو انصاف پسند ہو وہ بھی طاقتور ہوں گے تو کرسکیں گے بہادر ہوں گے تو کریں گے ورنہ نہیں کریں گے ورنہ وہ ان کو کچل دے گا ! تو اس لیے مسلمان حکومت کا فرض ہے چاہے جو بھی ہو سعودی حکومت ہے پاکستانی ہے یا عرب ہیں کہ اپنی عوام کو فوجی تربیت دیں ! !

نیم فوجی تربیت :

اور غالبًا ابھی کچھ دن پہلے اخبار میں کسی عرب ریاست کا میں نے پڑھا ہے اخبار میں آیا ہے کہ اس نے پوری عوام کو نیم فوجی تربیت دینے کے لیے منصوبہ بنایا ہے کہ سارے ملک میں جتنے لوگ ہیں انہیں نیم فوجی تربیت دی جائے گی ، یہ بڑا اچھا فیصلہ ہے۔ اسرائیل یہی کرتا ہے اس نے لازمی کر رکھی ہے نیم فوجی تربیت اپنی عوام کو، عورتوں کو بھی لڑکیوں کو بھی سکول کالجوں میں تربیت دی جاتی ہے بندوق چلانا کھولنا بھرنا نشانہ بازی کرنا، اپنا دفاع کرنا حملہ کرنا یہ سکھایا جا رہا ہے تو یہ ہماری چیزیں ہیں جو انہوں نے کر رکھی ہیں ! ضرورت یہ ہے کہ ہماری مسلم حکومتیں عوام کو تربیت دیں ، اتنی تربیت کی ضرورت نہیں ہے کہ سب کو فوجی بنائیں وہ تو ممکن ہی نہیں ہے نہ ہی ہر آدمی کو اتنی فرصت ہے کہ وہ پورا فوجی بنے اور پوری تربیت لے، نہ ہی اتنا پیسہ ہے حکومتوں کے پاس کہ وہ عوام میں ہر شخص کو اتنی تربیت دے، اس کی ضرورت بھی نہیں ہے، ضرورت ہے واجبی تربیت ہو پسٹل بندوق رائفل جو آج کل رواج ہے جو عام طور پر ظالم غنڈے بدمعاش استعمال کرتے ہیں یا اگر کسی دشمن ملک سے لڑائی ہو جائے تو اس سے مقابلے میں عوام اپنی فوج کا ساتھ دے سکے ورنہ فوج جب جائے گی لڑنے اور اس کے ساتھ بغیر تربیت یافتہ فوج ہو جائے گی تو الٹا فوج کو بھی لے ڈوبے گی ! اسے بھی لے ڈوبے گی کیونکہ وہ مسائل پیدا کریں گے کیونکہ انہیں تربیت تو ہے ہی نہیں تو وہ فوج کے لیے مسائل پیدا کر دے گی ، تربیت ہوگی تو فوج کی مددگار بن جائے گی ، تربیت نہیں ہوگی تو فوج کے لیے مسائل پیدا کرے گی ! !

خدانخواستہ فرض کریں اللہ نہ کرے کہ دشمن فوج آگے بڑھ رہی ہے اتنا آگے کہ وہ ہمارے کسی اہم شہر کا محاصرہ کر لے گھیر لے، اب عوام ساری غیر تربیت یافتہ تو فوج کے لیے ایک مصیبت بن گئی ، عوام میں جو اندر ہل چل اور بدحواسی پھیل گئی اسے کیسے کنٹرول کریں اور سامنے دشمن سے کب لڑیں ؟ انہیں سنبھالیں یا ان سے لڑیں، مسئلہ پیدا ہوگا یا نہیں ہوگا ؟ وہ مدد کے نام پر جب آگے بڑھیں گے تو الٹا نقصان کر دیں گے، انہیں پتہ ہی نہیں ہوگا کہ فوج کی مدد کیسے کرنی ہے ؟ ساتھ کیسے دینا ہے ؟ تو جس

حساب سے ساتھ دینا چاہیں گے وہ سمجھتے ہی نہیں ، وہ پتھر ماریں گے اپنی چھتوں پر چڑھ کر وہ اپنے ہی فوجیوں کے سروں پر لگیں گے اس لیے کہ تربیت نہیں ہے ،تربیت ہوگی تو انہیں پتا ہوگا عورتوں کو بھی بچوں کو بھی مردوں کو بھی کہ یہاں پتھر مارنے ہیں اور یہاں نہیں مارنے ، کچھ بھی نہیں ہے تو غلیل سے ماریں گے لیکن تربیت ہوگی تو ماریں گے ورنہ کیسے ماریں گے ؟

تو اس لیے یہ تربیت دینا مسلمانوں کے لیے تو بہت ضروری ہے کیونکہ وہ تو عدل ،امن اور انصاف کے لیے آئے ہیں اور عدل ،امن اور انصاف بغیر ہتھیار کے بغیر طاقت کے نہیں ہوسکتا اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ سارے تربیت یافتہ ہو جائیں تو ویسے کانپتا رہے گا ہندوستان اللہ کے فضل سے ،ایسے لرزے گا ! یہ تو ساری قوم ہی فوج ہے ان کی طرف رخ مت کرنا ! !

من موہن[1] مرے گا تو نصیحت کر کے مرے گا کہ ادھر رخ نہ کرنا ،اس کے بعد جو آئیں گے وزیر اعظم وہ بھی نصیحت کر کے مریں گے جرنیلوں کو کہ بس گزارا کرو لڑنا نہیں ، ان سے لڑنے کا نہ سوچنا ، مصیبت چپک جائے گی کہاں سے چھڑاؤ گے جان ، کیسے چھڑاؤ گے ؟ اللہ ہمارے ان حکمرانوں کو اور ہمارے بڑوں کو ذمہ داروں کو سیاست دانوں کو ہوش اور سمجھ دے تاکہ وہ ان چیزوں کا سوچیں ، مفت میں بہت بڑی قوت ہے ! !

چار تلواریں :

تو نبی عَلَیْہِ السَّلَامُ نے فرمایا اَلسُّیُوْفُ اَرْدِیَةُ الْغُزَاةِ غازیوں کی چادر ہے جیسے چادر ساتھ رکھتے ہیں ایسے ہی تلوار اور ہتھیار ان کی ضرورت ہوتی ہے ہر وقت ساتھ رکھتے ہیں ، حدیث سُفِیَانُ بِنْ عُیَیْنَةؒ میں آتا ہے بُعِثَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ بِاَرْبَعَةِ سُیُوْفٍ نبی علیہ السلام کو چار تلواروں کے ساتھ بھیجا گیا ! اب چار تلواریں دیکھ لو کیسی ہیں ؟ اب یہ بات بھی سن لو ، اب تک تو ایک ہی تلوار سنی ہوگی آپ نے ! ایک قسم کی ہوگی ، چار تلواروں کا تعارف ہو رہا ہے اس میں ! حضرت سُفِیَانُ بِنْ عُیَیْنَةَ رَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیْہِ سے روایت آتی ہے بُعِثَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ بِاَرْبَعَةِ سُیُوْفٍ .

---

[1] سابق وزیر اعظم ہندوستان (۲۶ر ستمبر ۱۹۳۲ء ۔ ۲۶ر دسمبر ۲۰۲۴ء)

پہلی تلوار :

سَیْفٌ لِقِتَالِ الْمُشْرِکِیْنَ ایک تلوار وہ تھی جس سے مشرکین سے قتال فرمایا کہتے ہیں بَاشَرَ بِهِ الْقِتَالَ بِنَفْسِهٖ ﷺ یہ تلوار تو خود حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے بنفسِ نفیس چلائی ہے اور آپ کے ساتھ مل کر صحابہ نے چلائی ہے کیونکہ غزوہ بدر ہوا، غزوہ خندق ہوا، اُحد ہوا اور غزوات ہوئے، موتہ ہوا، تبوک ہوا، فلاں ہے اور چھوٹے موٹے بے شمار غزوات، یہ سب کس سے ہو رہے ہیں ؟ زیادہ تر مشرکین سے ہو رہے ہیں، تو یہ تلوار حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے خود چلائی، بنفسِ نفیس قیادت فرمائی تمام معرکوں میں ! تو ایک تلوار کون سی ہے ؟ سَیْفٌ لِقِتَالِ الْمُشْرِکِیْنَ یہ تلوار کس نے چلائی ؟ خود آپ نے بنفسِ نفیس چلائی اور آپ کی قیادت میں چلی !

دوسری تلوار :

وَسَیْفٌ لِقِتَالِ اَهْلِ الرِّدَّةِ اور ایک تلوار ہے کہ اگر کوئی مرتد ہو جائے، اسلام لانے کے بعد پھر جائے اسلام سے دین سے تو ایک تلوار اس کے لیے بھی بھیجی ہے اللہ تعالیٰ نے نبی عَلَیْهِ السَّلَامُ کے ساتھ کَمَا قَالَ تَعَالٰی ﴿ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ یُسْلِمُوْنَ ﴾[1] جو مرتد ہو جائے اس سے لڑو یا وہ واپس آ جائے اسلام میں، اسلام قبول کرے یا تلوار ! ! کہتے ہیں اس تلوار کو حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ نے چلایا فَقَاتَلَ اَبُوْبَکْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ بَعْدَهٗ فِیْ حَقِّ مَانِعِی الزَّکٰوة مانعینِ زکوٰة جنہوں نے زکوٰة کا انکار ہی کر دیا تھا بعض تو مرتد ہو گئے تھے بعض صرف ان چیزوں کا انکار کر رہے تھے، انکار کر دیا انہوں نے تو ان کے خلاف پھر تلوار کس نے اٹھائی تھی ؟ حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ نے تو دوسری قسم کی تلوار کون سی ہو گئی ؟ تلوار جو کس کے لیے ہے ؟ اِرتداد کرنے والوں کے لیے ہے، یہ تلوار حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے اللہ نے چلوائی، انہوں نے استعمال کی ! !

تیسری تلوار :

وَسَیْفٌ لِقِتَالِ اَهْلِ الْکِتَابِ وَ الْمَجُوْسِ تیسری تلوار اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ

[1] سورۃ فتح : ۱۶

کو اہلِ کتاب (یہود و نصاریٰ) اور مجوس سے قتال کرنے کے لیے دی ! مجوس جنہیں عجم بھی کہتے ہیں جو ایران کی طرف سارا علاقہ ہے !

تیسری تلوار کس نے چلائی ؟ کہتے ہیں کَمَا قَالَ تَعَالٰی ﴿ قَاتِلُوا الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَلَا بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا یُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَلَا یَدِیْنُوْنَ دِیْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ حَتّٰی یُعْطُوا الْجِزْیَۃَ عَنْ یَّدٍ وَّھُمْ صَاغِرُوْنَ ﴾[1] یہ ساری تفصیل اس آیت میں ہے یہ آیت اس تلوار کی ساری تشریح اور محل ہے، یہ تلوار یہاں چلے گی فَقَاتَلَ بِہٖ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ

سر یا شر ؟

سارے ہر قسم کے سرکش جو شر تھے اُس کے کتنے سر ہیں ؟ چار ! سر کہہ لو یا شر کہہ لو ایک ہی بات ہے نقطے کا فرق ہے اسے ڈال لو تو بھی ٹھیک ہے، ہٹا دو تو بھی ٹھیک ہے ان چار سروں کے لیے چار تلواریں ہیں :

(۱) ایک سر مشرکین کی شکل میں تھا اس کے لیے تلوار حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے خود چلائی !

(۲) ایک سر اِرتداد کی شکل میں تھا اس شر کو کچلنے کے لیے نبی عَلَیْہِ السَّلَامُ ابوبکر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو تلوار دے گئے تھے کہ یہ تم چلاؤ !

(۳) اور ایک سر اہلِ کتاب اور مجوس کی شکل میں تھا ان کے لیے تلوار جو اللہ تعالیٰ نے نبی عَلَیْہِ السَّلَامُ کو دی وہ آپ نے حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو دی کہ یہ تم نے چلانی ہے تو وہ تلوار انہوں نے چلائی ! فَقَاتِلَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ

چوتھی تلوار :

سَیْفٌ لِقِتَالِ الْمَارِقِیْنَ ایک تلوار دی کہ جو بغاوت کرے اندرونی فتنہ کرے اپنے افسروں کے اندر اپنوں میں سے جو باغی ہوں بغاوت کرلیں، دین سے بغاوت کریں سَیْفٌ لِقِتَالِ الْمَارِقِیْنَ کما قال تعالیٰ ﴿ فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰھُمَا ﴾ یہ آیت آرہی ہے اس تلوار کا مصداق بیان کرنے کے لیے،

[1] سورۃ التوبۃ : ۲۹

ہر جگہ آیت بتائی ہے ہر تلوار کے ساتھ ایک آیت لٹکی ہوئی ہے، تلوار دی ہے اور اس کے قبضہ کے ساتھ آیت لٹکا دی ہے، یہ تم نے پکڑنی ہے، یہ تم نے پکڑنی ہے، اور یہ تم نے یہاں چلانی ہے، یہ تم نے یہاں چلانی ہے اور یہ تم نے یہاں چلانی ہے، یہ اللہ کے تکوینی فیصلے جو تھے ان کا ظہور اس شکل میں ہو رہا ہے !

﴿ فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰاھُمَا عَلَی الْاُخْرٰی فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰی تَفِیْئَ اِلٰی اَمْرِ اللّٰہِ ﴾ [1] یہ تلوار باغیوں کے لیے ہے، اس کو کس نے چلایا ؟ فَقَاتَلَ بِہٖ عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَلٰی مَا رُوِیَ عَنْہُ اَنَّہٗ قَالَ خود ان ہی سے روایت ہے اس تلوار کے بارے میں انہوں نے فرمایا اُمِرْتُ بِقِتَالِ الْمَارِقِیْنَ وَالنَّاکِثِیْنَ وَالْقَاسِطِیْنَ ! مجھے اس کا حکم دیا گیا ہے اور اس پر میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے میں مامور کیا گیا ہوں نبی عَلَیْہِ السَّلَامْ کے نائب کی صورت میں کیونکہ جو بھی خلیفہ برحق ہے وہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا نائب ہوتا ہے بشرطیکہ خلیفہ برحق ہو ! یہ چار تلواریں ہیں جو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو دی گئی ہیں حضرت سُفیَانْ بِنْ عُیَیْنَۃَ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی چار تلواریں ہیں امام محمدؒ نے ان کی تشریح کردی کہ وہ تلواریں اس طرح کی ہیں اس طرح کی ہیں اور تفصیل بھی بتادی !

قربِ قیامت کا مطلب ؟

اب اس حدیث کی طرف آجائیں جو ابھی سنی آپ نے کہ نبی عَلَیْہِ السَّلَامْ فرماتے ہیں کہ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی بَعَثَنِیْ بِالسَّیْفِ بَیْنَ یَدَیِ السَّاعَۃِ تو اب بَیْنَ یَدَیِ السَّاعَۃِ کی تشریح کر رہے ہیں اب بَیْنَ یَدَیِ السَّاعَۃِ کا کیا مطلب ہے ؟ کہتے ہیں وَقَوْلُہٗ بَیْنَ یَدَیِ السَّاعَۃِ اَیْ بِالْقُرْبِ مِنَ الْقِیَامَۃِ یعنی قیامت کے قریب ! اب قیامت کے قریب کا یہ مطلب نہ سمجھو کہ آنے والی جو بھی ہے، ایسے نہیں بلکہ قریب ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَۃُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ﴾ [2] قریب آرہی ہے قیامت شَقِّ قَمَرْ ہوگیا ! وہ جو نبی علیہ السلام نے اشارہ کیا تھا اور فرمایا کہ وہ دیکھو ! تو نبی علیہ السلام کی تشریف آوری اور آپ کے دور کو قیامت کا قرب قرار دیا گیا ! !

سائنسدان کہتے ہیں کہ یہ کائنات ہزاروں سال بلکہ لاکھوں کروڑوں سال سے ہے تو اس میں

---

[1] سورۃ الحجرات : ۹ [2] سورۃ القمر : ۱

چودہ سو پندرہ سو سال بلکہ تیرہ، چودہ، پندرہ ہزار سال بیت جائیں وہ ایسے ہیں جیسے دن اور ہفتے ہوتے ہیں چونکہ ہمارا اس طرح کا ذہن نہیں ہے اس کی رسائی نہیں ہے تو ہمیں یہ بات سمجھ میں نہیں آتی اور زبان سے ایسے جملے نکلتے بھی نہیں لیکن اللہ کے نبی کی رسائی تو اللہ نے بہت اونچی کی ہوئی ہوتی ہے اس کا دماغ بہت وسیع پورے عالم کو محیط اور عالمی ساری چیزیں شروع سے اخیر تک کے دور کی نظر میں ہوتی ہیں تو یہ ان کے زبان مبارک سے ایسے کلمات جاری کیے جو بالکل صحیح ہیں ﴿ بَیْنَ یَدَیِ السَّاعَةِ ﴾ بالکل قیامت سے کچھ پہلے، قربِ قیامت کے وقت مجھے بھیجا گیا یہ مطلب ہے ﴿ بَیْنَ یَدَیِ السَّاعَةِ ﴾ وَقِیل فی تفسیر قولہ ﴿ فِیْمَ اَنْتَ مِنْ ذِکْرٰھَا اِلٰی رَبِّکَ مُنْتَھٰھَا ﴾ [1]

فیم السوال عَنِ السَّاعَةِ وَاَنْتَ مِنْ اَشْرَاطِھَا یہ قیامت کے بارے میں کیسے سوال کرتے ہیں حالانکہ آپ خود قیامت کی نشانی ہیں ! رسول اللہ ﷺ کو خود اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں، یہ گویا حدیثِ قدسی کا جملہ ہوگیا کہ آپ تو قیامت کی نشانیوں میں سے ایک ہیں تو پھر بھی یہ سوال کرتے ہیں کہ قیامت کب آئے گی ؟ اتنی بڑی نشانی آگئی اور پھر یہ سوال کہ قیامت کب آئے گی ، کیسے بیوقوف ہیں ؟ یہ مطلب ہوگیا ! !

تلوار کے سائے میں رزق ؟

وَ مَعْنٰی قَوْلِہٖ وَجُعِلَ رِزْقِیْ تَحْتَ رُمْحِیْ اَوْ ظِلِّ رُمْحِیْ اور میرا جو رزق ہے وہ اللہ تعالیٰ نے میرے نیزے کے نیچے کردیا ہے ! یا ظِلٌ کا لفظ فرمایا یعنی اللہ تعالیٰ نے میرا رزق میرے نیزے کے سایہ میں کردیا ہے ! اب اس کی بھی تشریح فرمارہے ہیں

(ا) ھٰذَا کَانَ فِیْ اِبْتِدَاءِ الْاِسْلَام کَانَ الْغَازِی اِذَا جَنَّہُ الَّیْلُ فَرَکَزَ رُمْحَہٗ عِنْدَ قَوْمٍ فَعَلَیْھِمْ اَنْ یُّضَیِّفُوْہُ ابتداءِ اسلام میں یہ تھا کہ غازی جب سفر کرتے تھے اور رات پڑگئی مسافر ہیں تو کسی نہ کسی بستی کے پاس پہنچتے تھے پڑاؤ ڈالتے تھے تو جو بھی بستی آبادی قریب ہے وہاں پہنچ کر وہ نیزہ گاڑھ دیتے تھے یہ گویا علامت، شعار اور نشانی تھی اور دستور تھا، اب یہ کہنے کی ضرورت نہیں جب اس نے گاڑھ دیا تو لوگ سمجھ گئے، بستی والوں کو سمجھ جانا چاہیے کہ یہ آج رات کا مہمان ہے، اس نے یہیں پڑاؤ کرنا ہے، اب کھانا کہاں سے کھائیں گے ؟

---

[1] سورۃ النّٰزعٰت : ۴۴

ہوٹل تھوڑی ہیں ہر جگہ جیسے آج کل ہر جگہ ہوٹل ہیں یا کھانے پیکنگ میں ملتے ہیں وہ بھی نہیں ہیں اور ہو بھی اگر تو اُٹھائے لیے پھرنا آسان تھوڑی ہوتا تھا، پیدل چلتے تھے ان ہی گھوڑوں پر اونٹ پر، کوئی جیپ یا ٹرک تھوڑی تھے، اس لیے وہاں پر یہی تھا کہ جہاں بستی پڑی دستور ہوتا تھا وہیں پر لوگ خود بخود کھانا کھلاتے تھے جہاں رکتے تھے اس لیے دستور تھا جہاں گئے نیزہ گاڑھ دیا !

اب جب گاڑھ دیا تو فَعَلَيْهِمْ اَنْ يُّضَيِّفُوْهُ اس قوم والوں پر لازم ہو جاتا تھا کہ وہ ان کی ضیافت کریں کھانا دیں جو ان کی استعداد میں ہو، یہ نہیں کہ اچھے مرغ چرغے بنائیں یہ نہیں، جو استطاعت ہے، لسی ہے تو وہ دیں، روٹی ہے تو وہ لائیں، جو خود کھا رہے ہیں وہ لائیں، کھجور لائیں، ستو لائیں، یہ لائیں، وہ لائیں تو یہ لازم ہوتا تھا !

فَاِنْ لَّمْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ اگر وہ ایسا نہ کریں صبح ہوگئی رات سو کر گزار دی انہوں نے، کافر بھی سوتے تھے آس پاس کی بستیوں میں جا کر جہاں گزر ہوتا تھا صحابہ کا لیکن چونکہ یہ ایک دستور تھا تو کافر بھی کرتے تھے ضیافت، کھلاتے پلاتے تھے ضروری نہیں کہ ہر طرف مسلمان ہوں، مسلمانوں کی آبادی ہو، زیادہ تو کفر تھا اس وقت نبی علیہ السلام کے زمانے میں، تو وہ جا رہے ہیں چھوٹی بڑی بستیوں سے جب گزرتے تھے اس میں سارے مسلمان ہی ہوں یہ کہاں ہوتا تھا ؟ تو اگر انہوں نے ایسا نہ کیا حتی کہ صبح ہوگئی تو كَانَ مُتَمَكِّنًا مِنْ اَنْ يَغْرُمَهُ ان سے تاوان لے لیں گے جو بھی ہو، زبردستی لے لیا یہ ایک حق ہے کیونکہ بھوکا مر رہا ہے ان کے ذہنوں میں بھی یہ اصول تسلیم شدہ ہے، اس تسلیم شدہ اصول کے تحت یہ لے رہے ہیں کیونکہ وہ بھی یہ جانتے ہیں کہ اگر نہیں دیں گے تو یہ لے سکتے ہیں، کیونکہ اگر ہم بھی کہیں جائیں گے تو اس دستور کے مطابق ہمیں بھی کھلایا جائے گا نہیں کھلائیں گے تو ہم چوری چھپے لیں گے، پھر اسے اجازت ہے کہ اس کے باغ سے پھل توڑ لے بغیر پوچھے، کہیں روٹی رکھی ہے بغیر پوچھے اٹھا کر کھا لے لیکن اتنا جتنی بھوک ہے، یہ نہیں کہ پھر کہے کہ گھر کے لیے بھی لے جاتا ہوں، نہیں بس جتنی بھوک ہے اتنی، یہ خیانت نہیں کر سکتا جتنی بھوک ہے بس اتنا لے گا، اس سے زیادہ لینا پھر حلال نہیں ہے منع ہے ! تو یہ دستور تھا اس وقت کا اس لیے یہ اس وقت کے لیے حدیث ہے، اس جملے کا ایک مطلب یہ ہے کہ ابتداء اسلام میں یہ نبی علیہ السلام کے زمانے کے

ساتھ خاص تھا ثُمَّ انْتَسَخَ ذٰلِكَ بِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ پھر نبی علیہ السلام کا یہ ارشاد منسوخ ہو گیا نبی علیہ السلام ہی کے ارشاد کی وجہ سے، وہ کیا ہے ؟ لَا يَحِلُّ مَالُ امْرِیءٍ مُسْلِمٍ اِلَّا بِطِيْبَةِ نَفْسٍ مِنْهُ [1] کسی مسلمان کا کسی مسلم آدمی کا مال حلال نہیں ہے مگر جب وہ بخوشی دے ! اس کی وجہ سے یہ حدیث منسوخ ہو گئی اگر اس کی وہ تشریح کی جائے تو اس اعتبار سے اس جملے کی وجہ سے وہ منسوخ ہو جائے گی !

میری امت کے لیے مالِ غنیمت حلال ہے :

(۲) جُعِلَ رِزْقِیْ تَحْتَ ظِلِّ رُمْحِیْ کی دوسری تشریح یہ آگئی وَقِيْلَ الْمُرَادُ بِهٖ حِلُّ الْغَنَائِمِ لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ اس کا مطلب یہ ہے کہ میری اس امت کے لیے مالِ غنیمت حلال ہے ! میری امت جب جہاد کرے گی اور مالِ غنیمت ملے گا تو وہ اس نیزے کی وجہ سے تو ملا ہے، اس جہاد کی وجہ سے ہی تو ملا ہے، اللہ نے مجھ پر جہاد لازم کیا میرے ذریعے سے امت پر ہوا تو علاقے فتح کیے اور مالِ غنیمت حاصل ہوا ! تو کیوں ہوا ؟ اس نیزے کی وجہ سے ہوا، اس کا ایک مطلب یہ ہے ! ! کیونکہ اس سے پہلے امتوں کے لیے مالِ غنیمت حلال نہیں تھا، اگر لڑائی کی بھی جہاد کیا بھی تو مالِ غنیمت استعمال نہیں کر سکتے تھے، اس کی تفصیلات آپ پڑھ بھی چکے ہیں، آگے پڑھتے بھی رہیں گے جنہوں نے نہیں پڑھیں !

لیکن مالِ غنیمت جو حلال ہوا وہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے لیے اور آپ کی امت کے لیے حلال کر دیا گیا پھر سیدھی سیدھی بات واضح ہے فَاِنَّهَا مَا كَانَتْ تَحِلُّ لِاَحَدٍ قَبْلَ مَبْعَثِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ نبی علیہ السلام کی بعثت سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں تھا !

اس کا بیان اللہ تعالیٰ کے قول میں ہے ﴿ فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالًا طَيِّبًا ﴾ [2] جو تمہیں مالِ غنیمت حاصل ہو وہ حلال اور پاکیزہ ہے اسے کھاؤ استعمال کرو فائدہ اٹھاؤ ! اور اس کے ساتھ اس کے ضمن میں ذکر کر دیا مالِ غنیمت کی حلیت کو ! اور نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا خُصِّصْتُ بِخَمْسٍ [3] وَذَكَرَ مِنْ جُمْلَتِهَا حِلُّ الْغَنَائِمِ مجھے پانچ چیزیں خاص طور پر دی گئی ہیں، ان میں سے ایک مالِ غنیمت بھی ہے !

---

[1] مسند احمد مسند البصريين حديث عم ابی حرة الرقاشی ، مشكوة المصابيح رقم الحديث ۲۹۴۶

[2] سورة الانفال : ۶۹ [3] صحيح البخاری ، مسلم ، سنن دارمی و مسند احمد

نیزے کا سایہ ؟

میرے نیزے کا سایہ ! اس سے مراد کیا ہے ؟ لٰکِنْ اَرَادَ بِہِ الْاَمَانَ وَمِنْہُ قَوْلُہٗ اَلسُّلْطَانُ ظِلُّ اللّٰہِ فِی الْاَرْضِ ''بادشاہ زمین پر اللہ کا سایہ ہے'' یہ نہیں کہ حقیقی سایہ ہے مطلب یہ ہے کہ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ اَمان دے گا گویا تم امن واَمان میں ہو، جب اس کی حدود میں رہو گے اس کی سلطنت میں تو وہ بادشاہ ہے تو تم اللہ کی حفظ واَمان میں ہو !

وَجُعِلَ الذُّلُّ وَالصَّغَارُ عَلٰی مَنْ خَالَفَنِیْ جس نے میری مخالفت کی اس کے نصیب میں ذلت اور رسوائی ہے ! اس کی تشریح آ گئی یعنی ذلت شرک کی جو مخالفت کر رہا ہے وہ شرک میں مبتلا رہے گا لِقَوْلِہٖ تَعَالٰی ﴿ وَلِلّٰہِ الْعِزَّۃُ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَلٰکِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴾[1]
تو بہر حال عزت صرف اللہ کے لیے اور اس کے رسول کے لیے اور مومنین کے لیے ہے، عزت اس میں محصور ہو گئی اللہ رسول اور مومنین کے لیے تو اس لیے معلوم ہوا کہ مشرکین کے لیے عزت نہیں

فَھٰذَا بَیَانُ الذُّلِّ عَلَی الْمُشْرِکِیْنَ یہ مشرکین پر جو ذلت ہے اس کا بیان ہے وَقِیْلَ الْمُرَادُ مِنَ الصَّغَارِ صَغَارُ الْجِزْیَۃِ عَلٰی مَا قَالَ تَعَالٰی جُعِلَ الذُّلُّ وَالصَّغَار ''صغار'' سے ذلت اور رسوائی مراد ہے ایک قسم کی ماتحتی، ایسی ماتحتی جو باعزت نہ ہو، وہ مطلب ہے گویا، بعضوں نے کہا اس سے مراد جزیہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿وَھُمْ صٰغِرُوْنَ﴾ وہ جزیہ دیں گے اس حال میں کہ وہ رُسوا ہیں ذلیل ہیں پست ہیں نیچے ہیں ذلت کے ساتھ انہیں دینا پڑے گا۔

مجاہدین کے ساتھ مشابہت :

اس حدیث میں یہ بھی گزرا تھا کہ مَنْ تَشَبَّہَ بِقَوْمٍ فَھُوَ مِنْھُمْ اب اس کی تشریح کر رہے ہیں وَقَوْلُہٗ مَنْ تَشَبَّہَ بِقَوْمٍ فَھُوَ مِنْھُمْ اَیْ تَشَبَّہَ بِالْمُجَاھِدِیْنَ فِی الْخُرُوْجِ مَعَھُمْ وَالسَّعْیِ فِیْ بَعْضِ حَوَائِجِھِمْ وَتَکْثِیْرِ سَوَادِھِمْ اب سارے تو مجاہد ایسے نہیں ہوتے لیکن کہتے ہیں جس نے ان سے مشابہت اختیار کر لی اس کو بھی یہی اجر وثواب ملے گا وہ ان ہی میں شامل ہوگا اَیْ تَشَبَّہَ بِالْمُجَاھِدِیْنَ فِی الْخُرُوْجِ

[1] سورۃ المنافقون : ۸

یا مجاہد کے ساتھ نکلا جیسے مجاہد جایا کرتے ہیں یہ بھی گیا باقاعدہ حصہ لیا اور ان کی بعض ضرورتوں کے لیے کوشش کی کہ میں خدمت پر لگ جاؤں جیسے باورچی خانے کی، آٹے کی، راشن کی، مریضوں کو دوا دینے کی، ڈاکٹر ہو تو ان کا علاج کرنے کی، جو بیمار ہو جائے یا جو زخمی ہو جائے اس لیے ان کے ساتھ لگ گئے وَتَکْثِیْرِ سَوَادِھِمْ یا میں کچھ بھی نہیں کر سکتا لیکن لوگ تو زیادہ نظر آئیں گے اس لیے میں ساتھ جا رہا ہوں ! !

تو اس کے پاس کچھ بھی نہیں، بیچارہ بوڑھا ہے طاقت نہیں لڑنے کی لیکن اس لیے ساتھ ہو گیا کہ مجمع میری وجہ سے زیادہ ہو جائے، ہر ایک یہ سوچ کر شامل ہوگا تو دس ہزار مجاہدین کے بجائے تیس ہزار چالیس ہزار ہو جائیں گے، تیس ہزار کے مجمع کا ایک رعب پڑتا ہے ! تو یہ اس نے تشبہ اختیار کیا مجاہدین کے ساتھ یہ مراد ہے، یہ مجاہدین ہی کے حکم میں ہیں، یہ اجر اور ثواب میں اور مالِ غنیمت میں مجاہدین کی طرح ہیں انہیں بھی ملے گا مال اور ثواب دونوں فَیَکُوْنُ مِنْھُمْ فِیْ اسْتِحْقَاقِ الْغَنِیْمَۃِ فِی الدُّنْیَا وَالثَّوَابِ فِی الْآخِرَۃِ دنیا میں مالِ غنیمت کے مستحق ہو جائیں گے کیونکہ یہ گئے ہیں، بارڈر بھی پار کیا میدانِ حرب میں پہنچ گئے چاہے نہیں لڑنا لیکن تکْثِیْرِ سَوَادْ کی غرض سے موجود ہے یہ بھی آسان نہیں ہوتا بہادری کا کام ہوتا ہے وہاں پہنچنا، دشمن پسپا ہو جائے خدانخواستہ ہمیں پسپا ہونا پڑ جائے تو پھر نقصان ہوتا ہے ہر ایک زد میں آجاتا ہے تو اس نے قربانی دی ہے گھر سے نکلا ہے سفر کیا ہے لڑ نہیں سکتا پھر بھی لیکن تکْثِیْرِ سَوَادْ کے لیے پہنچ گیا تو مالِ غنیمت میں ان کو حصہ ملے گا اور اجر و ثواب بھی ملے گا کیونکہ اس نے مُجَاھِدُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ کا تشبہ اختیار کیا ہے، اور اس جیسے موقعوں کے لیے نبی علیہ السلام نے فرمایا ھُمُ الْقَوْمُ لَا یَشْقٰی جَلِیْسُھُمْ فِیْ حَقِّ الْعُلَمَاءِ یہ ایسی قوم ہے کہ ان کے پاس بیٹھنے والا محروم نہیں رہتا علماء کے بارے میں بشرطیکہ علماءِ حق ہوں نیک ہوں صالح ہوں اور دین کے کلمے کی دین کی خدمت کر رہے ہوں ! ان کے بارے میں فرمایا کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بھی گو عالم نہ ہو لیکن وہ محروم نہیں رہے گا اجر و ثواب اسے بھی ملتا رہے گا ! !

حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کی خوبیاں :

وَذُکِرَ بَعْدَ هٰذَا عَنْ مَکْحُوْلٍ امام محمدؒ نے مکحولؒ سے ایک بات نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ لَمَّا قُتِلَ ابْنُ رَوَاحَۃَ . جب عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہ موتہ میں شہید ہوگئے تو نبی علیہ السلام نے فرمایا کَانَ اَوَّلُنَا فُصُوْلًا وَآخِرُنَا قُفُوْلًا وَکَانَ یُصَلِّیْ الصَّلٰوۃَ لِوَقْتِھَا یہ آپ کی زبان مبارک سے ان کے حق میں نکلے، کہتے ہیں کہ اس حدیث میں دلیل ہے عَلٰی اَنَّہٗ لَا بَأْسَ بِالثَّنَاءِ عَلَی الْمَیِّتِ بِمَا ھُوَ فِیْہِ اس سے بھی پتہ چلا کہ میت میں جو خوبیاں ہوں اس کو بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، کرنی بھی چاہیے کوئی حرج نہیں ہے جیسے نبی علیہ السلام نے ان میں جو خوبی دیکھی اسے علی الاعلان بیان کیا ، ایک تو یہ بات واضح ہوگئی ! !

وَاِنَّمَا یُکْرَہُ جو مکروہ اور ناپسند ہے وہ یہ ہے کہ حد سے بڑھنا مُجَاوَزَۃُ الْحَدِّ بِذِکْرِ مَالَمْ یَکُنْ فِیْہِ جو خوبیاں اس میں نہیں تھیں وہ بھی بیان کر کے حد سے بڑھ جانا یہ ناپسند ہے، باقی جو خوبی ہو اُسے بیان کرنا پسند ہے لیکن نبی علیہ السلام یہاں خوبی بیان کررہے ہیں آپ نے فرمایا اَوَّلُنَا فُصُوْلًا خبر دے رہے ہیں ان چیزوں کی جو زندگی میں کرتے تھے، آپ نے آخرت کے بارے میں خبر نہیں دی اگرچہ وہ شہید ہوئے تو اسی طرح اگر نبی علیہ السلام اس وقت نہ ہوتے فرض کرو کوئی اور ہوتا تو وہ یہ تعریف کرسکتا تھا وہ حکم نہ دیتا، نبی علیہ السلام حکم بھی لگا سکتے ہیں کیونکہ آپ کا حکم لگانا اللہ ہی کے بتانے پر ہوتا تھا کہ یہ جنتی ہے یا خدانخواستہ کسی کے لیے فرمایا کہ یہ جہنمی ہے، آپ تو کہہ سکتے ہیں اور کوئی نہیں کہہ سکتا ! !

تو اس قسم کی تعریف تو کرسکتے ہیں اُس قسم کی تعریف کوئی نہیں کرسکتا کسی کی کہ یہ تو جنتی ہے یا یہ جہنمی ہے، یہ بھی نہیں کہہ سکتے یہ صرف اللہ کو پتہ ہے سوائے اُس کے کہ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کے ذریعے بتادیا اس کے بارے میں ہم بھی دعوے سے کہیں گے کہ جنتی ہے جیسے صحابہ کرامؓ، ازواجِ مطہراتؓ اور جنہیں جنت کی بشارت دی تھی، آپ کی جنتی صاحبزادیاں ہیں ان کے بارے میں فرمادیا، ان کے بارے میں تو ہم دعویٰ کریں گے باقی دعویٰ نہیں کرسکتے ،جن کے بارے میں

نبی علیہ السلام نے دعوے سے کہہ دیا یہ جہنمی ہے ہم بھی کہیں گے اور جہاں دعویٰ نہیں وہاں ہم دعوے سے نہیں کہیں گے، بظاہر کہیں گے کہ بظاہر یہ ایسا ہے، تو یہ فرما رہے ہیں اس طرح کی تعریف میں کوئی حرج نہیں، لیکن حد سے بڑھ جانا یا اپنی طرف سے حکم لگا دینا جس کا ہمیں پتہ نہ ہو وہ مکروہ اور ناپسند ہے بلکہ مکروہ سے بھی آگے بڑھ کر اگر حکم لگا دے گا تو یہ بات حرمت تک پہنچ جاتی ہے ! !

خیر اب تشریح کر رہے ہیں اَوَّلُنَا فُصُوْلًا ہم میں یہ فُصُوْل ہیں سب سے بہتر، مطلب ؟ اَیْ مِنَ الصَّفِ بِالْخُرُوْجِ اِلَی الْمُبَارَزَۃِ مطلب یہ کہ انتہائی بہادر، جب میدانِ جنگ میں صفیں لگ جاتی ہیں اور لڑائی شروع ہونے لگتی ہے تو یہ سب میں آگے اعلان کر کے سب سے پہلے بڑھ جاتے ہیں کہ کون ہے جو مجھ سے لڑے گا ؟ مقابلے پر آکر دکھائے ؟ پیچھے نہیں رہتے سوچ میں نہیں رہتے، ایک دم بے دھڑک بڑھ جاتے ہیں، گویا یہ فُصُوْل فصل سب سے جدا ہو کر آگے بڑھ گئے اَوَّلُنَا فُصُوْلًا ہم میں سب سے بہتر ہیں آگے بڑھنے میں سب سے آگے ہیں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والوں میں ہیں ! اور وَآخِرُنَا قُفُوْلًا کا مطلب کیا ہے ؟ اَیْ رُجُوْعًا عَنِ الْقِتَالِ جب جنگ رکنے لگتی ہے تھمنی شروع ہوتی ہے واپس آنا شروع ہوتے ہیں اپنی اپنی صفوں میں وہ اُدھر یہ اِدھر تو یہ بھی اس میں واپسی میں جلدی نہیں کرتے کہ چلو جلدی سے پہنچ جاؤ اپنے ساتھیوں کے ساتھ، بلکہ بے فکر ہو کر بے دھڑک لڑتے ہوئے انتہائی آرام سے اخیر میں آکر دیکھ کر اطمینان کر کے کہ میرے سب ساتھی پہنچ گئے، کوئی یہاں زخمی تو نہیں کوئی یہاں شہید تو نہیں پڑا ؟ یعنی بے فکر ہو کر آرام سے اپنی صفوں میں واپس آتے تھے، تو یہ تعریف کر رہے ہیں اَوَّلُنَا فُصُوْلًا وَآخِرُنَا قُفُوْلًا .

فَبَیَّنَ شِدَّۃَ رَغْبَتِہٖ فِی الْجِھَادِ وَھُوَ مَنْدُوْبٌ اِلَیْہِ اور نبی علیہ السلام نے اس میں ان کی جہاد کی رغبت جو شدت کے ساتھ تھی وہ بیان کی ہے، ان میں بہت زیادہ جہاد کی رغبت تھی، اس میں بہت جوش وخروش اور ولولہ کے ساتھ حصہ لیتے تھے !

نیکیوں میں سبقت لے جاؤ :

آگے قرآنِ پاک کا حوالہ بھی دے رہے ہیں کہتے ہیں قال تعالٰی ﴿فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ﴾ ۱ نیکیوں کے معاملے میں آگے بڑھ جاؤ ! سوچ میں مت پڑو قَالَ تَعَالٰی اللہ تعالٰی فرماتے ہیں ﴿وَسَارِعُوْآ اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ﴾ ۲ جلدی کرو اچھے کام میں دیر مت کرو آگے بڑھو سبقت لو وَبَيَّنَ شِدَّةَ صَبْرِهٖ عَلَى الْقِتَالِ حَيْثُ كَانَ آخِرُهُمْ رُجُوْعًا نبی علیہ السلام نے اس میں پہلا جملہ اَوَّلَنَا فُصُوْلًا کہہ کر رغبت دلائی اور وَآخِرُنَا قُفُوْلًا میں نبی عَلَيْهِ السَّلَامُ نے بَيَّنَ شِدَّةَ صَبْرِهٖ عَلَى الْقِتَالِ قتال پر جمے رہنے کی شدت کہ پھر جمے بھی خوب ڈٹے ، اخیر میں واپس ہوتے تھے ورنہ جمے رہتے تھے حَيْثُ كَانَ آخِرُهُمْ رُجُوْعًا کیونکہ سب سے اخیر میں واپس آتے تھے وَهُوَ صِفَةُ مَدْحٍ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی ﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا﴾ ۳

دورانِ جہاد نمازوں کی پابندی :

پھر نبی عَلَيْهِ السَّلَامُ نے اخیر میں ایک جملہ اور فرمایا وَكَانَ يُصَلِّي الصَّلٰوةَ لِوَقْتِهَا نمازوں کو اُس کے وقت پر پڑھتے تھے، یہ بھی ان کی خوبیوں میں ہے ثُمَّ بَيَّنَ اَنَّهٗ كَانَ يُصَلِّي الصَّلٰوةَ لِوَقْتِهَا اَىْ مَعَ حِرْصِهٖ عَلَى الْقِتَالِ كَانَ يَحْفَظُ الصَّلٰوةَ لِوَقْتِهَا یعنی ادھر حدیث ہے قتال اور جہاد کی اور ادھر نماز بھی وقت پر پڑھتے ہیں، یہ تو بہت مشکل کام ہے دونوں پر جمنا کہ جہاد کا بھی حکم ہو کہ لڑنا ہے وہ بھی نہیں چھوڑنا اور یہ بھی حکم ہے کہ نماز کو اُس کے وقت پر پڑھنا ہے یہ بھی نہ چھوٹ جائے یہ بڑا مشکل کام ہے، کہتے ہیں یہ دونوں خوبیاں بہت مشکل سے جمع ہوتی ہیں کہ قتال کی حدیث پر بھی عمل ہو اور نماز کو بھی اپنے اوقات پر پڑھنے کا پابند ہو، مجاہد کو اس پر عمل کرنا بہت ہی مشکل ہوتا ہے یہ ہر ایک کے بس کا کام نہیں ہوتا کہ جہاد میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لے اور اس کے ساتھ ساتھ نمازوں کو بھی ان کے اوقات پر پڑھے وَهُوَ صِفَةُ مَدْحٍ یہ بھی ایک صفتِ مدح ہے ! !

---

۱ سورۃ البقرۃ : ۱۴۸ ۲ سورۃ ال عمران : ۱۳۳ ۳ سورۃ ال عمران : ۲۰۰

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی ﴿حٰفِظُوْا عَلَی الصَّلَوَاتِ ﴾ [۱] نمازوں پر محافظت کرو وَجَاءَ فِیْ تَاْوِیْلِ قَوْلِہٖ تَعَالٰی ﴿ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَھْدًا ﴾ [۲] اس کی تاویل میں آتا ہے کہ اَنَّہٗ الْمُحَافَظَۃُ عَلَی الصَّلَوَاتِ فِیْ وَقْتِھَا اس کا ایک مطلب یہ ہوتا ہے کہ جس نے رحمٰن سے معاہدہ کرلیا وہ پھر پابندی سے وقت پر نماز پڑھتا ہے ! یہ گویا معاہدہ ہے اللہ سے کہ جب آپ کے دربار سے آواز آئے گی تو میں حاضر ہو جاؤں گا ! جب مؤذن کہتا ہے اَللّٰہُ اَکْبَرُ آجاؤ دربارِ شاہی کھل گیا اور دربارِ شاہی میں حاضری کا وقت آ گیا تو بس پھر یہ تاخیر نہیں کرتا پہنچتا ہے، محافظت کرتا ہے، پابندی کرتا ہے !

ایک علمی بات :

وَالْحَدِیْثُ حُجَّۃٌ عَلَی الشَّافِعِیْ اب یہاں ایک اور علمی بات آ گئی کہ یہ حدیث ہمارے حنفی مسلک کی تائید ہے اور یہ حجت ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ پر کیونکہ فَاِنَّہٗ یُجِیْزُ الْجَمْعَ بَیْنَ الصَّلَاتَیْنِ فِی السَّفَرِ کہ وہ سفر میں جَمْعَ بَیْنَ الصَّلَاتَیْنِ کے قائل ہیں اور وَالْجِھَادُ اَبَدًا یَکُوْنُ فِیْ حَالٍ مَایَکُوْنُ مُسَافِرًا اور جہاد تو ہمیشہ مسافرت ہی کی حالت ہوتا ہے اور اس میں عمل کرنا بڑا مشکل ہوتا ہے، اس کے باوجود نبی علیہ الصلوٰۃ و السلام ان کی تعریف کر رہے ہیں ! ! وَلَوْکَانَ الْجَمْعُ جَائِزًا اگر نمازوں کو جمع کرنا جائز ہوتا جیسا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے تو لَمَا اسْتَقَامَ ذٰلِکَ [۳] وہ پھر اس کی اتنی پابندی نہ کرتے اور نہ ہی نبی علیہ السلام اس طرح تعریف کرتے تو معلوم ہوتا ہے اس سے حنفی مسلک کی تائید ہو رہی ہے ! !

اس میں آپ کو کافی چیزیں معلوم ہو گئیں اس ایک حدیث کی تشریح ہو گئی تلواروں کی قسمیں معلوم ہو گئیں

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

---

[۱] سورۃ البقرۃ : ۲۳۸ [۲] سورۃ مریم : ۸۷

[۳] شرح کتاب السیر الکبیر باب فضیلۃ الرباط ج ۱ ص ۱۲ - ۱۵ طبع دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان